انما بعثت معلما صلی اللہ علیہ وسلم

خطبہ جمعۃ المبارک

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم

21 اکتوبر 2022

بفیضانِ نظر

عالمی مبلغ اسلام
ترجمانِ حقیقت

پیرزادہ محمد رضا ثاقب مصطفائی

امیر اعلیٰ ادارۃ المصطفیٰ انٹرنیشنل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، اَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَتَبَارَکَ فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ!

﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾

وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔ (الجمعۃ:2)

اسلام میں مُعَلِّم کی عظمت

اسلام میں استاد کو روحانی باپ کا درجہ حاصل ہے اور استاد کی تعظیم باپ سے بڑھ کر ہے کہا جاتا ہے: باپ پدرِ گل (جسم کا باپ) ہوتا ہے اور استاد بدرِ دل (دل کا باپ) ہوتا ہے۔ اُستاد ایک چراغ ہے جو تاریک راہوں میں روشنی کے وجود کو برقرار رکھتا ہے۔ اُستاد وہ پھول ہے جو اپنی خوشبو سے معاشرے میں امن، مہر و محبت و دوستی کا پیغام پہنچاتا ہے۔ اُستاد ایک ایسا رہنما ہے جو آدمی کو زندگی کی گم راہیوں سے نکال کر منزل کی طرف گامزن کرتا ہے۔ اسلام نے دنیا کو علم کی روشنی عطا کی، استاد کو عظمت اور طالب علم کو اعلیٰ وارفع مقام عطا کیا ہے۔ نبیِ کریم ﷺ نے اپنے مقام و مرتبہ کو بطور معلم ظاہر فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں: ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنے حجرۂ مبارک سے باہر نکلے اور مسجد میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ وہاں دو حلقے ہیں، ایک حلقے کے لوگ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے اور اللہ سے دعائیں مانگ رہے تھے۔ دوسرے حلقے کے لوگ علم سیکھنے اور سکھانے میں مشغول تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”سب لوگ نیکی میں مشغول ہیں، یہ لوگ قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں، اور اللہ سے دعائیں کر رہے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو انہیں (ان کی مطلوبہ چیزیں) دے دے گا، اور چاہے گا تو نہیں دے گا۔ اور یہ لوگ علم سیکھ رہے ہیں اور سکھا رہے ہیں ﴿وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا﴾ ”مجھے بھی علم سکھانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔“ پھر حضور ﷺ ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ (ابن ماجہ:229)

معلّم کے کردار کی عظمت و اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس عالم رنگ و بو میں معلّم اوّل خود رب کائنات ہیں، قرآن پاک میں ارشاد ہے: ﴿وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا﴾ ”اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھا دیئے“۔

قرآن کریم میں تقریباً ہر نبی کے لیے ﴿وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ "وہ نبی اپنی قوم کو علم و حکمت سکھاتے ہیں" کا جملہ استعمال کیا گیا، استاد کے بغیر کوئی بھی قوم گمراہی کا شکار ہو جاتی ہے اسی لیے جو بھی قبیلہ اسلام قبول کرتا پیارے نبی وہاں ایک استاد مقرر کر دیتے تھے کہ قوم اندھیرے سے روشنی کی طرف آ جائے۔

خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ علم کو عزت دی: "جنگ بدر کے قیدیوں کا جائزہ لیا جا رہا ہے، کچھ ایسے قیدی بھی ہیں جن کے پاس فدیہ کے لیے کچھ بھی نہیں ہے ایسے میں لسانِ نبوت سے اعلان ہوتا ہے کہ وہ قیدی جو پڑھنا لکھنا جانتے ہیں وہ انصار کے بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں یہی ان کا فدیہ ہوگا" یہ علم اور اصحابِ علم کی تعظیم ہی تو ہے۔

استاد کی تعظیم کا منظر دیکھیے کہ فرشتوں کے سردار جبرئیل امیں تشریف لاتے ہیں اور انبیاء کے سرادار اور معلمِ انسانیت کے پاس جب علم حاصل کرنے بیٹھتے ہیں تو باادب اپنے زانو سمیٹ کر بیٹھتے ہیں۔۔۔ سبحان اللہ

حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کی خدمت اس طرح بیٹھتے تھے جیسے سر پر کوئی پرندہ بیٹھا ہو۔۔۔ اللہ اللہ استاد کی یہ عظمت! استاد ہونا ایک بہت بڑی نعمت اور عظیم سعادت ہے ۔ معلّم کو اللہ اور اس کی مخلوقات کی محبوبیت نصیب ہوتی ہے، مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استاد کی محبوبیت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرَضِينَ حَتَّى النَّمْلَةَ فِي جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوتَ لَيُصَلُّونَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ﴾ "لوگوں کو بھلائی سکھانے والے پر اللہ، اس کے فرشتے، آسمان اور زمین کی تمام مخلوقات یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں پانی میں رحمت بھیجتی اور دعائیں کرتی ہیں"۔ (ترمذی:2685)

اساتذہ کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ: ﴿نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مقالتي، فبلَّغَها﴾ "اللہ تعالی اس شخص کو خوش و خرم رکھے جس نے میری کوئی بات سنی اور اسے یاد رکھا اور اس کو جیسا سنا اسی طرح لوگوں تک پہنچایا"۔ (ترمذی:2658)

حضور ﷺ بحیثیت معلم

چودہ سو سال پہلے عرب کے قبائلی معاشرے میں عمر کے چالیس برس گذارنے والے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر پر وحی کا نزول ہوتا ہے اور وہ رہتی دنیا کے لیے معلم اعظم بن جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نوید مسیحا اور دعائے خلیل ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، بیت اللہ کی دیواریں اٹھاتے ہوئے دعا کرتے ہیں۔ ﴿رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ﴾ "اے ہمارے رب! اور ان کے درمیان انہیں میں سے ایک رسول بھیج جو ان پر تیری آیتوں کی

تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب پاکیزہ فرمادے"۔ (البقرة:129)

لفظِ اقراء سے اعلانِ نبوت کا آغاز ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات تمام انسانوں کے لیے نمونہ قرار پائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ﴿اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً﴾ کے ذریعے اپنا مقام واضح کردیا۔

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا   اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

تہذیب و تمدن سے عاری انسانوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنا صبر آزما کام تھا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم کے جو اُصول، تکنیک استعمال کیے وہ آج بھی عین حق ہیں۔ جن کے بنا سیکھنے سکھانے کا عمل مکمل نہیں ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحیثیتِ معلم کون کونسے طرق اپنائے اور لوگوں کو کیسے دین سکھایا آج ہم ان رہنماء اُصولوں کا ذکر کریں گے تاکہ ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقۂ تعلیم کو اپنا کر اپنی زندگی کی راہیں سنوار سکیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیثیتِ معلم درج ذیل نکات پر عمل پیرا رہے۔

مقصد کی لگن:

ایک معلم کا بلند مقصد ہمیشہ اس کے مطمح نظر رہتا ہے۔ "اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام قائم کرنا" اس عظیم مقصد کے لئے غار حرا سے اترتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمہ تن مصروفِ عمل ہو گئے۔ پہلے گھر اور خاندان کو دعوت دی پھر قبیلہ کو متوجہ کیا۔ دورِ نبوت کا ہر لمحہ گواہ ہے کہ آپ اپنے مقصد میں کبھی مصلحت یا مداہنت کا شکار نہیں ہوئے قران میں اس کیفیت کی تصویر کشی ہے۔

"کہہ دو کہ اے کافروں میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی عبادت تم کرتے ہو، نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی عبادت تم نے کی ہے اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں، تمھارے لیئے تمھارا دین اور میرے لیے میرا دین۔ (سورة الكافرون)

کفار مکہ کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سمجھوتہ کی کوششیں:

کفارِ مکہ نے جب دیکھا کہ ان کی مقدور بھر کوششوں کے باوجود اسلام پھیلتا ہی جا رہا ہے، تو انہوں نے کئی بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باہمی سمجھوتہ کی کوششیں کیں۔ ایک دفعہ یہ پیش کش کی اگر آپ ہمارے بتوں سے متعلقہ آیات پڑھنا چھوڑ دیں تو ہم آپ کے مطیع بننے کو تیار ہیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی یہ بات کیسے مان سکتے تھے؟ اور ایک دفعہ یہ پیشکش کی کہ اگر آپ حکومت چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا حاکم بنانے پر تیار ہیں۔ اگر مال و دولت چاہتے ہیں تو تمہارے قدموں میں مال و دولت کے ڈھیر لگا دیتے ہیں اور اگر آپ کو کسی عورت سے محبت ہے تو ہم اس سے آپ کی شادی کر دیں گے بشرطیکہ آپ جو دعوت پیش کر رہے ہیں اس سے باز آجائیں۔ گویا ان کے خیال کے مطابق ایک عام انسان کا منتائے مقصود یہی تین چیزیں ہو سکتی ہیں۔ جو انہوں نے

پیش کردیں۔ اور یہ پیش کش آپ کے ہمدرد و غمخوار اور سرپرست چچا جناب ابو طالب کی موجودگی میں کی گئی۔ چونکہ سب سرداران قریش مل کر آئے تھے اس لیے ابو طالب کے پائے استقلال میں بھی لغزش آگئی اور وہ بھی آپ کو سمجھانے لگے۔ یہ معاملہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رو پڑے اور اپنے چچا سے کہنے لگے چچا جان! ''اگر ان لوگوں میں اتنی طاقت ہو کہ وہ میرے ایک ہاتھ پر سورج لا کر رکھ دیں اور دوسرے پر چاند لا کر رکھ دیں تب بھی میں اس کام سے باز نہیں آ سکتا۔ یا تو یہ کام پورا ہو کے رہے گا یا پھر میری جان بھی اسی راہ میں قربان ہو گی'' بھتیجے کا یہ استقلال دیکھ کر چچا کی بھی ہمت بندھ گئی اور کہا بھتیجے! جاؤ جو چاہو کہو۔ اللہ کی قسم! میں تمہیں کبھی بھی کسی بھی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتا۔ اور یہ اشعار کہے:

والله لن يصلوا اليک بجمعهم حتى أوسد فى التراب دفيناً
فاصدع بآمرک ما عليک غضاضة وابشر وقر بذاک منک عيونًا

واللہ! وہ لوگ تمہارے پاس اپنی جمعیت سمیت بھی ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔ یہاں تک کہ میں مٹی میں دفن کر دیا جاؤں۔ تم اپنی بات کھلم کھلا کہو۔ تم پر کوئی قدغن نہیں، تم خوش ہو جاؤ اور تمہاری آنکھیں اس سے ٹھنڈی ہو جائیں۔

(تفسیر تیسیر القرآن، مکتبة الشاملہ، تحت سورہ اسراء، آیت 74، و، ابن هشام ۲۵۶/۱، ملخصاً)

تو ایک معلم کے مقصدِ عظیم کے سامنے کوئی شئ بھی آجائے تو اسے اس کے مقصد سے نہیں ہٹا سکتی اسلام کی تبلیغ کے عظیم مقصد کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کا مذاق سہا، گالیاں سنیں، پتھر کھائے، شعب ابی طالب کی گھاٹی میں تین سال محصور کیے گئے، حتی کہ اپنے محبوب شہر مکہ سے ہجرت پر مجبور ہوئے۔ دنیاوی ترغیبات، تخت و تاج پیش کیے گئے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹھکرا دیا مگر مقصد سے ایک لمحہ کو بھی غافل نہ ہوئے۔

- **دردمندی:**

انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلا کر ربِ واحد کی بندگی پر آمادہ کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیغمبرانہ صفت دلسوزی اور تڑپ سے مزین تھے۔ اپنی قوم کو گمراہی سے نکالنے کے لیے شب و روز دل گداز کیفیت میں گذارتے رہے۔

حدیث میں ہے: ﴿مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَوْقَدَ نَارًا، فَجَعَلَ الْجَنَادِبُ وَالْفَرَاشُ يَقَعْنَ فِيهَا، وَهُوَ يَذُبُّهُنَّ عَنْهَا، وَأَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ، وَأَنْتُمْ تَفَلَّتُونَ مِنْ يَدِي﴾ میری اور تم لوگوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی روشنی کے لیے مگر پروانے ہیں کہ اس پر ٹوٹے پڑتے ہیں جل جانے کے لیے۔ وہ کوشش کرتا ہے کہ یہ کسی طرح آگ سے بچیں مگر پروانے اسکی ایک نہیں چلنے دیتے۔ ایسا ہی حال میرا ہے کہ میں تمہیں دامن پکڑ پکڑ کر تمہیں کھینچ رہا ہوں اور تم ہو کہ آگ میں

گرے پڑتے ہو۔ (مسلم:2285)

رات بھر اپنی اُمت کے لیے دعائیں مانگتے تھے۔ طائف میں آپ ﷺ پر پتھر برسائے گئے اور آپ ﷺ کے نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔

سفرِ طائف:

بعثت نبوی کا **دسواں سال** شوال المکرم کا مہینہ تھا آپ ﷺ فرئضہ تبلیغ کے لیے (غالباً پیدل) طائف پہنچے، آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے، دس دن یہاں قیام فرمایا، عوام وخواص کے سامنے دین اسلام پیش کیا، معززین علاقہ کے مکانوں پر تشریف لے گئے اور انہیں دعوتِ اسلام قبول کرنے کو کہا لیکن سب نے بے رُخی کا مظاہرہ کیا آخر کار آپ ﷺ یہاں کے سرداروں عبد یا لیل، مسعود اور حبیب کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے سامنے اپنے آنے کا مقصد واضح فرمایا۔ لیکن ان بد قسمتوں کی بد نصیبی تو دیکھیے کہ انہوں نے آپ کی دعوت کو نہ صرف ٹھکرایا بلکہ نہایت گستاخانہ رویہ اپناتے ہوئے آپ کا مذاق اڑایا، ایک نے طنز کا نشتر چبھوتے ہوئے کہا: اگر خدا تعالٰی نے تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے تو وہ خانہ کعبہ کی عزت پامال کر رہا ہے۔ دوسرے نے پھبتی کستے ہوئے کہا: اللہ کو تیرے علاوہ اور کوئی نہیں ملا جسے وہ رسول بنا کر بھیجتا۔ تیسرے نے آوازہ کستے ہوئے کہا: اللہ کی قسم! میں تیرے ساتھ بات نہیں کرتا اگر تو واقعی اللہ کا رسول ہے جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے تو رسول کی شان یہ نہیں کہ اس سے بحث کی جائے اور اگر تو خدا پر جھوٹ بول رہا ہے تو میری شان یہ نہیں کہ تجھ جیسے جھوٹے سے بات کروں۔

اس کے بعد ان حرماں نصیبوں نے طائف کے اوباشوں اور آوارہ گردوں کو آپ کے پیچھا لگا دیا۔ کوئی تالی بجاتا، کوئی سیٹی بجاتا، کوئی جملے کستا، کوئی ہلڑ بازی کرتا، شور، ہڑبونگ اور اودھم مچاتے ہوئے آپ کو طائف کی گلیوں میں لے آئے یہاں دونوں طرف لوگ صف بنائے پتھر ہاتھوں میں لیے کھڑے تھے، جب آپ کا گزر وہاں سے ہوا تو انہوں نے آپ ﷺ کو پتھر مارنا شروع کیے، سر مبارک سے لے کر پاؤں مبارک بلکہ نعلین مبارک تک آپ لہولہان ہو گئے، پنڈلیوں اور گھٹنوں پر گہرے زخم آئے۔ بدن مبارک سے خون مبارک بہتا بہتا قدموں تک پہنچا قدموں سے رستا ہوا نعلین مبارک تک پہنچ گیا، نعلین اور قدمین آپس میں خون کی وجہ سے چمٹ گئے۔ حضرت زید بن حارثہ آپ کو بچانے کے لیے کبھی آگے آتے کبھی دائیں بائیں اور کبھی پیچھے ان کا بھی سر لہولہان ہو گیا۔ پتھروں کے برستی بارش میں کبھی آپ بیٹھ جاتے تو طائف والے آپ کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر آپ کو دوبارہ کھڑا کر دیتے، چند قدم چلتے پھر بیٹھ جاتے اور وہ دوبارہ آپ کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر کھڑا کرتے اور پتھر برساتے۔ حضرت جبرئیل اس مقصد سے آئے کہ ان پہاڑوں کے درمیان بستی کو کچل دیا جائے مگر آپ ﷺ نے بدلہ لینا گوارا نہ کیا کہ اللہ ان کی نسلوں کو ایمان کی توفیق دے گا۔ یہاں ایک معلم کی دلسوزی اپنے کمال پر نظر آتی ہے۔ کسی شاعر نے حضور کے صبر کو بیان کیا:

- بڑھے انبوہ (یعنی ہجوم) در انبوہ پتھر لے دیوانے

لگے مینہ پتھروں کا رحمت عالم پہ برسانے

- وہ ابرِ لطف جس کے سائے کو گلشن ترستے تھے

یہاں طائف میں اس کے جسم پر پتھر برستے تھے

- وہ بازو جو غریبوں کا سہارا دیتے رہتے تھے

پیاپے آنے والے پتھّروں کی چوٹ سہتے تھے

- وہ سینہ جس کے اندر نورِ حق مستور رہتا تھا

وہی اب شقّ ہوا جاتا تھا اس سے خون بہتا تھا

- فرشتے جن پہ آ آ کر جبینِ شوق رکھتے تھے

وہ پائے نازنیں زخموں کی لذت آج چکھتے تھے

- جگہ دیتے تھے جن کو حاملانِ عرش آنکھوں پر

وہ نَعلین مبارک خاک وخوں سے بھر گئیں یکسر

- بشر کی عیب پوشی کے لیے جس کو اتارا تھا

بشر کی چیرہ دستی سے وہ دامن پارا پارا تھا

- حضور اس جور سے چور ہو کر بیٹھ جاتے تھے

شقی آتے تھے بازو تھام کر اوپر اٹھاتے تھے

- اسی ''مہماں نوازی'' کا نمونہ پھر دکھاتے تھے

خدائے قاہر وقہّار کا صبر آزماتے تھے

- مگر اس رنگ میں جب تک زباں دیتی رہی یارا

دعائے خیر ہی کرتا رہا اللہ کا پیارا

- بالآخر جان کر بے جان، ان لوگوں نے منہ موڑا

لہو میں اس وُجودِ پاک کو لتھڑا ہوا چھوڑا

ابلاغ پر عبور:

مؤثر ابلاغ کی مہارت آپ ﷺ میں بدرجہ کمال موجود تھی۔ آپ ﷺ کی گفتگو اول سے آخر تک نہایت صاف ہوتی، کلام جامع فرماتے تھے جس کے الفاظ مختصر مگر پراثر ہوتے تھے۔ حضرت اُمِ معبد کی روایت ہے کے آپ ﷺ شیریں کلام اور واضح بیان تھے۔ نہ کم گو تھے اور نہ زیادہ گو تھے، آپ ﷺ کی گفتگو ایسی تھی کے جیسے موتی کے دانے پرو دیے گئے ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے: ﴿أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحَدِّثُ حَدِيثًا﴾ ''کہ نبی کریم ﷺ اس طرح ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے کہ اگر کوئی گننے والا آپ کی باتیں شمار کرنا چاہتا تو کر سکتا تھا''۔ (بخاری:3567)

آپ ﷺ کی گفتگو عام وگوں کی طرح جلدی جلدی نہیں ہوتی بلکہ صاف صاف ہر مضمون دوسرے مضمون سے ممتاز ہوتا تھا۔ پاس بیٹھنے والے اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''آپ ﷺ بعض مرتبہ کلام کو حسبِ ضرورت تین تین بار دہراتے تاکہ مخاطبین آپ ﷺ کے الفاظ کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ جس بات کا تفصیل سے ذکر کرتا تہذیب سے گرا ہوا ہوتا، تو اس کو حضور ﷺ کنایہ میں بیان کرتے، بات کرتے وقت آپ ﷺ مسکراتے اور نہایت خندہ پیشانی سے گفتگو فرماتے''۔ (بخاری :95)

آپ ﷺ صحابہ کی کسی مجلس میں تشریف لاتے ہی تعلیم کا آغاز نہیں کر دیتے بلکہ جو گفتگو چل رہی ہوتی اس میں شامل ہو جاتے یا ان کی توجہ مبذول کراتے پھر تعلیم کا سلسلہ شروع کرتے۔ اصول آمادگی کو مدِ نظر رکھتے، لیکچر یا خطبے کا طریقہ اختیار کرتے وقت آپ ﷺ بہت لمبے لیکچر نہیں دیا کرتے تھے۔ طلبہ سے سوال جواب کیا کرتے تھے، تاکہ سامعین کی توجہ برقرار رہے بلکہ کبھی کبھی آغاز ہی سوال جواب سے کرتے تھے۔ سبق کو دلچسپ بنانے کے لیے آپ ﷺ قصے، کہانیاں بھی سنایا کرتے تھے جو کہ حق پہ مبنی ہوتی تھیں۔ مظاہراتی طریقہ کی مثال آپ ﷺ نے دین کے اعمال مثلاً: وضو، نماز، حج اور اس کے مناسک وغیرہ اسی طرح سکھائے۔ مثالیں، تشبیہات، وغیرہ کا استعمال بھی آپ ﷺ کی طریقۂ تدریس میں بکثرت نظر آتا ہے۔

آپ ﷺ نے دورانِ تدریس ذہنی مشق کا طریقہ استعمال کروایا۔ تصوراتی نقشہ کے استعمال کے ذریعے ذیلی نکات کی وضاحت فرمائی۔ اس سلسلے میں مشہور حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے ایک لکیر کھینچی کہ یہ سیدھا راستہ ہے اور یہ اللہ کی طرف جاتا ہے، اسی طرح آپ ﷺ نے مزید لکیریں کھینچیں اور فرمایا یہ شیطان کے راستے ہیں۔

• طلباء کو اپنی ذات پہ ترجیح دیتے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ کو چکی پیسنے کی بہت تکلیف ہوئی۔ پھر انھیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے ہیں تو وہ آپ کے پاس خدمت گار لینے کی درخواست لے کر حاضر ہوئیں لیکن آپ سے ملاقات کا اتفاق نہ ہو سکا۔ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا تذکرہ کیا۔ جب نبی کریم ﷺ نے تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے سامنے ان کی درخواست پیش کر دی۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) پھر نبی کریم ﷺ ہمارے پاس اس وقت تشریف لائے جب ہم اپنے بستروں میں جا چکے تھے۔ ہم کھڑے ہونے لگے تو آپ نے فرمایا: ''اپنے بستروں ہی میں رہو''۔ پھر آپ بیٹھ گئے حتیٰ کہ میں نے آپ کے قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی۔ آپ نے فرمایا: ''میں تمھیں اس چیز سے بہتر بات نہ بتاؤں جس کی تم نے درخواست کی تھی؟ جب تم بستر میں جانے کا ارادہ کرو تو 33 بار سبحان اللہ، 33 بار الحمدُللہ اور 34 بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ ایسا کرنا تمھاری طلب کردہ چیز سے بہت بہتر ہے''۔ (بخاری:3113)

• شاگردوں کے لئے دعائیں فرماتے:

آپ کی دعا مومنوں کے لئے رحمت اور دلوں کا چین ہے اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ خود حضور ﷺ مومنوں کے دلوں کا چین ہیں اور مسلمان کو جس قدر محبت و رغبت حضورِ اقدس ﷺ کی دعائے مبارک کے حصول میں ہو سکتی ہے اور کس چیز میں ہو گی؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے بارے فرمایا: ﴿وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ﴾ ''اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بے شک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے''۔ (التوبۃ:103)

حضور ﷺ کی دعا مومنوں کے لئے رحمت ہے دل کا چین ہے اور حضور ﷺ اپنے شاگردوں کو اپنی دعاوں سے نوازتے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کے لئے دعا

ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ: (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ نے مجھے (سینے سے) لگالیا اور دعا دیتے ہوئے فرمایا: ﴿اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الكِتَابَ﴾ ”اے اللہ اسے علم کتاب (قرآن) عطا فرما“۔ (بخاری:75) یہ حضور ﷺ کی دعا کی ہی برکت ہے کہ دنیا ابن عباس کو مفسرِ قرآن کے نام سے جانتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو قوّتِ حافظہ عطا فرمادی:

صحابہ میں سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے والے صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں:

لوگ ابوہریرہ کے متعلق بکثرت احادیث بیان کرنے کا اعتراض کرتے ہیں۔ آخر اس نے بھی اللہ تعالیٰ سے ملنا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ دوسرے مہاجرین اور انصار اس (ابوہریرہ) کی طرح احادیث کیوں نہیں بیان کرتے؟ بات دراصل یہ ہے کہ میرے مہاجر بھائی بازاروں میں کاروبار کے لیے مشغول رہتے تھے اور میرے انصاری بھائی اپنے مویشیوں کی ذمہ داری میں لگے رہتے تھے جبکہ میں ایک قلاش آدمی تھا، پیٹ بھر جاتا تو ہر وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس رہتا تھا۔ جب یہ لوگ غائب ہوتے تو میں وہاں موجود رہتا اور جب وہ بھول جاتے تو میں یاد رکھتا تھا۔ (بخاری:2350)

یہ قوت حافظہ بھی ان کو حضور ﷺ کی دعا سے حاصل ہوا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ سے بہت سی حدیثیں سنتا ہوں لیکن بھول جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ﴿ابْسُطْ رِدَاءَكَ﴾ ”اپنی چادر پھیلاؤ“۔ میں نے چادر پھیلائی تو مالکِ جنّت، قاسمِ نعمت ﷺ نے اپنے دستِ رحمت سے چادر میں کچھ ڈال دیا اور فرمایا: ”اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اِسے اٹھالو اور سینے سے لگالو“۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ اِس کے بعد (میرا حافظہ اِس قدر مضبوط ہوگیا کہ) میں کوئی بھی چیز نہیں بُھولا۔ (بخاری:119)

- مربیانہ مزاج اپناتے:

مثالی معلم نرم مزاج، خوش اخلاق اور رقیق القلب ہونا چاہیے۔ آپ ﷺ نے نرم خوئی سے درشت مزاج مشرکین کو زیر کیا۔ جس کی گواہی قرآن یوں دیتا ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾ ”اے پیغمبر ﷺ یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کے تم ان لوگوں کے لیے نرم مزاج واقع ہوئے ہو ورنہ اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہوجاتے“۔ (آل عمران 159)

حضرت معاویہ بن ابی حکم سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کی انھوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ لوگوں میں سے ایک آدمی کو چھینک آئی تو میں نے کہا ﴿يَرْحَمُكَ اللهُ﴾ لوگوں نے مجھے گھورنا شروع کر دیا۔ میں نے (دل میں) کہا: میری ماں مجھے گم پائے، تم سب کو کیا ہو گیا؟ کہ مجھے گھور رہے ہو پھر وہ اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے لگے۔ جب میں نے انھیں دیکھا کہ وہ مجھے چپ کرا رہے ہیں (تو مجھے عجیب لگا) لیکن میں خاموش رہا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے، میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے اور آپکے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر کوئی معلم (سکھانے والا) نہیں دیکھا! اللہ کی قسم! نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ڈانٹا، نہ مجھے مارا اور نہ مجھے برا بھلا کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ﴿إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ، إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ﴾ ”یہ نماز ہے اس میں کسی قسم کی گفتگو روا نہیں ہے، یہ تو بس تسبیح و تکبیر اور قرآن کی تلاوت ہے“۔ (مسلم: 537)

اعرابی کا مسجد میں بول کرنا:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے مسجد کے ایک گوشے میں پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے اسے ڈانٹا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں منع کر دیا۔ ﴿فلمَّا قضَى بولَه أمرَ النبي ﷺ بِذَنُوب من ماء، فَأُهرِيقَ عليه﴾ ”جب وہ پیشاب کر چکا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی کا ایک ڈول لانے کا حکم دیا جسے اس پر بہا دیا گیا“۔ (بخاری: 221)

اعرابی لوگ عموماً سخت مزاج اور جاہل ہوتے ہیں کیونکہ وہ ان باتوں کو نہیں سیکھ پاتے جو اللہ تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ مسجد نبوی میں تشریف فرماتے کہ ایک اعرابی نے آکر مسجد کے ایک گوشے میں پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ اس کے خیال میں یہ مسجد بھی ویرانے ہی کی مانند تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اس کا یہ فعل بہت گراں گزرا کیونکہ مساجد تو بہت حرمت والی جگہیں ہوتی ہیں۔ چنانچہ پیشاب کرنے کے دوران ہی انہوں نے اسے جھڑکنا شروع کر دیا۔ تاہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بہت بلند اخلاق سے متصف تھے اور جنہیں خوشخبری دینے اور آسانی پیدا کرنے کے لیے مبعوث کیا گیا تھا انہیں اسے جھڑکنے سے منع کر دیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعرابی لوگوں کے احوال سے خوب آگاہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منع کرنے کا سبب یہ تھا کہ وہ مسجد کی مختلف جگہوں، اپنے جسم اور کپڑوں کو خراب نہ کرے اور اس لیے کہ اسے پیشاب سے روکنے کی وجہ سے کوئی ضرر لاحق نہ ہو اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے تعلیم دیں اور نصیحت کریں تو وہ پورے طریقے سے اسے قبول کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ پیشاب والی جگہ پر پانی کا ڈول بہا کر اسے صاف کر دیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سختی کے بغیر پڑھائی ممکن ہی نہیں یہ بات حقیقت کے خلاف ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقۂ تعلیم ملاحظہ فرمائیں:

عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں بچہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش میں تھا اور (کھاتے وقت) میرا ہاتھ برتن میں چاروں طرف گھوما کرتا۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ: ”بیٹے! بسم اللہ پڑھ لیا کرو، داہنے ہاتھ سے کھایا کرو اور برتن میں وہاں سے کھایا کرو جو جگہ تجھ سے نزدیک ہو“۔ چنانچہ اس کے بعد میں ہمیشہ اسی ہدایت کے مطابق کھاتا رہا۔ (بخاری:5376)

اور اللہ تعالیٰ نے بھی دین کی طرف بلانے کا طریقہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾ ”اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے اس طریقے سے بحث کرو جو سب سے اچھا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تبلیغ دین کے تین طریقے بیان کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ﴾ ”بیشک تمہارا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے گمراہ ہوا اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے“۔ (نحل:125)

یعنی اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ کی ذمہ داری صرف لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچانا اور ان تین طریقوں سے دینِ اسلام کی دعوت دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ گمراہ ہونے والوں اور ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے اور وہ ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دے گا۔ (خازن، النحل، تحت الآیۃ:125، 3/ 151-152)

مختلف مزاج کے افراد کی تربیت میں انسانی نفسیات کا خیال رکھتے۔ سوال پوچھنے والے کے ظرف اور وسعت کے مطابق جواب دیتے۔ موقع کے لحاظ سے خوشخبری اور وعید سناتے۔ اہل و عیال، پڑوسی، ساتھی، غلام حتٰی کہ دشمن بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رہنمائی لیتے۔ عملی سرگرمیوں کے انداز میں مسجد اور مدرسے کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر و حضر کے مختلف مواقعوں پر بھی صحابہ کی تربیت کا موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ رول پلے کے طریقہ میں حضرت جبرائیل کا واقعہ قابل ذکر ہے جب وہ ایک شخص کے روپ میں آکر سوال جواب کے ذریعے تعلیم دیتے ہیں۔

- **فرد سے تعلق:**

تعلیم انفرادی تعلق کے بغیر ادھوری ہے۔ صحابہ میں سے ہر فرد ہی سمجھتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بہترین رفیق ہیں مجبور، مظلوم انسانوں کی عزت نفس کی بحالی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کارنامہ ہے۔ اپنے قریبی افراد کو ان کا نام لے کر مخاطب کرتے مثلا اے عائشہ، اے ابوذر وغیرہ۔ یہ انداز گفتگو معلم اور شاگرد (صحابہ) کے درمیان یقینا اپنائیت اور تعلق کی بہترین مثال ہے۔ آپ

ﷺ لوگوں کے ہمراہ ایسے مفید کھیل کھیلتے جس سے جسم مضبوط اور مجاہدانہ زندگی کی تربیت ہو سکے۔ آپ ﷺ لطائف اور خوش طبعی کے ذریعے بھی تعلیم دیا کرتے تھے۔

رکانہ پہلوان:

"رکانہ" نامی پہلوان نے اسلام لانے سے قبل ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ کو ایک بکری کے بدلہ کشتی لڑنے کا چیلنج دیا جسے رسول اللہ ﷺ نے قبول کر لیا اور کشتی شروع ہوتے ہی آپ ﷺ نے **"رکانہ"** پہلوان کو چت کر دیا، اسے یقین نہیں آیا کہ حضور ﷺ نے کیسے اسے چت کر دیا تو اس نے دوبارہ اور پھر سہ بارہ چیلنج دیا اور آپ ﷺ نے تینوں مرتبہ اس کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے اسے تینوں مرتبہ چت کر دیا اور آخر میں تینوں بکریاں بھی اسے واپس کر دیں، **"رکانہ"** پہلوان رسول اللہ ﷺ کی معجزانہ نبوی طاقت کو پہچان گیا اور کہا کہ آج تک کوئی بھی مجھے زمین پر گرا نہیں پایا، چوں کہ آپ نے مجھے تین مرتبہ زمین پر گرایا ہے، اس کا مطلب آپ کوئی عام آدمی نہیں ہیں، بلکہ اللہ کے نبی ہیں، چنانچہ **"رکانہ"** پہلوان کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے صحابی بننے کا اعزاز پالیا۔ (زرقانی ، ج6، ص101)

قول و فعل میں ہم آہنگی:

ایک معلم شاگردوں کے لیے رول ماڈل ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کے قول و فعل میں زبردست ہم آہنگی تھی۔ آپ ﷺ اخلاق کے بلند ترین درجے پر فائز تھے۔ عرب میں امین اور صادق کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔ دشمن تک آپ ﷺ کے کردار کی گواہی دیتے تھے۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں تضاد کہیں نہیں پایا جاتا۔ الغرض آپ ﷺ کی شخصیت انسانیت کے لیے مشعل راہ ہے۔ پیارے نبی ﷺ جن خصوصیات کے حامل تھے دور حاضر میں معلم کو ان صفات سے خود کو مزین کرنا ہوگا تب جہاں میں اجالا ہوگا۔